DARYAFT: ISSN 2616-6038 (E), ISSN (P): 1814-2885
Volume 14, Issue 02, (Dec 2022): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v14i2.278

عبید اللہ

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور۔

اقبال اور رومی کا تعلق ڈاکٹر ملک حسن اختر کی نظر میں

Ubaid Ullah
PhD Scholar, Department of Urdu, Lahore Garisson University, Lahore.
Professor Dr. Mohammad Arshad Ovaisi
Head Department of Urdu, Lahore Garisson University, Lahore.

Relationship of Iqbal and Rumi in the eyes of Dr.Malik Hassan Akhtar

ABSTRACT

Dr. Malik Hassan Akhtar is a renowned researcher and a critic of Urdu literature. His voluminous work has been recognized in Pakistan and across the border as a valuable contribution especially in the field of Iqbaliat. He has worked on intellectual and spiritual inspiration of Iqbal from various Muslim scholars and Sufis including Imam Malik, Hallaj, Ibne Arbi, Usman Hajvery, Aljeli, Rumi and others. But he is spiritually inspired from Rumi most of all. Dr. Malik Hassan Akhtar has produced a detailed and in-depth treatise on this topic while meeting the international standards of research.

Keywords: *Contribution, spiritually, inspired, Sufis, extension, international, work, treatise, valuable, voluminous.*

اقبال اور رومی ملک حسن اختر کی نظر میں

ڈاکٹر ملک حسن اختر ایک معروف محقق اور نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی حلقوں میں ایک ماہرِ اقبالیات کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے مولانا روم اور علامہ اقبال کے روحانی اور فکری تعلق پر قابلِ

Received: 03rd Aug, 2022 | Accepted: 17th Dec, 2022 | Available Online: 30th Dec, 2022

DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

قدر کام کیا ہے۔ ان کی رائے میں یہ تعلق ٹھوس اور تاریخی نوعیت کی وجوہات اور منطقی بنیادوں پر قائم ہے۔ ملک حسن اختر ان بنیادوں کو بڑی مہارت اور جانفشانی سے واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم بنیاد یہ ہے کہ دونوں زعما حرکت و عمل کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں بجا طور یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارے ہاں عام طور پر جس طرح کا تصوف کا تصور عوام کے ہاں مقبول و معروف ہے اس کی راہیں حرکت و عمل سے تہی ہیں اور بے عملی اور ترکِ دنیا پر مائل کرتی ہیں۔ لیکن مولانا ایک ایسے متصوف تھے جو حرکت و عمل کے قائل تھے۔

ملک حسن اختر کا یہ مضمون ان کی کتاب "اقبال اور مسلم مفکرین" میں شامل ہے۔ یہ کتاب، فیروز سنز لاہور کی جانب سے ۱۹۹۲ میں شائع ہوئی۔ اس میں مسلمان فلاسفہ و اہل تصوف کے ساتھ اقبال کا فکری تعلق ظاہر کیا گیا ہے اور موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ایک مضمون اقبال اور رومی کے نام سے بھی موجود ہے جس میں ان شخصیات کے فکری و روحانی تعلق کا تجزیہ ملک حسن اختر نے اپنے انداز میں کیا ہے۔ (۱)

ملک حسن اختر نے فکرِ اقبال کے ان پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے جن میں وہ رومی سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ملک حسن اختر کی رائے میں بے عملی اور جمود کا جو الزام عموماً اہل صفا پر لگایا جاتا ہے، مولانا روم متصوف ہونے کے باوصف، اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ یہ ایک کمیاب مثال ہے۔ اس سلسلے میں ملک حسن اختر نے اقبال کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جو انھوں نے رومی کے حرکت و عمل کے درس کے ضمن میں کہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال مولانا روم کو حرکت و عمل کا داعی سمجھتے تھے:

پیر رومی رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز
جذبہ ہائے تازہ اُو را دادہ اند
بندہائے کہنہ را بکشادہ اند (۲)

لیکن حرکت و عمل کے عنوان کے تحت بلاواسطہ اور واضح طور پر ملک صاحب نے اس مضمون میں تجزیہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ایک اہم موضوع ہے جو کہ ان دونوں زعما کے درمیان مشترک ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اہم ترین موضوع ہے جس نے اقبال کو مولانا روم کی طرف مائل کیا ورنہ مولانا بھی ایک صوفی ہیں اور متعدد نمایاں شارحین اور ادبا کی نظر میں ہمہ اوست کے بھی قائل ہیں۔ مختصراً یہ کہ ملک حسن اختر نے اس موضوع پر دونوں کی فکری ہم آہنگی کو بالواسطہ طور پر بیان کیا ہے اور مناسب اہمیت نہیں دی۔ اس سلسلہ میں قاضی سجاد حسین نے مثنوی مولانا روم سے حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز سے دوچار ہونا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے"۔ (۳)

مثنوی سے یہ اشعار بھی لکھے ہیں۔

سعی ابرار و جہادِ مومناں

تا بدیں ساعت زِ آغازِ جہاں

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد

آنچہ دیدند از جفائے گرم و سرد

اقبال کا ایک معروف شعر ہے:

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے

یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

اس سلسلے میں مولانا روم کا یہ شعر معروف ہے:

بزیرِ کنگرہء کبریاش مردانند

فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر (۴)

القصہ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حرکت و عمل کے نظریہ کے ضمن میں اقبال سرچشمہء رومی سے فیض یاب ہوئے ہیں جو کہ رومی کے پیغام اور کلام کا اہم حصہ ہے۔

ایک اور اہم موضوع ہمہ اوست کے نظریہ پر دونوں شخصیات کے نقطۂ نظر کا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ علامہ اقبال ہمہ اوست یا وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اس کو امتوں کے لئے ضرر رساں سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا روم ایک صوفی بزرگ تھے جو کہ ہمہ اوست کے نظریہ کے قائل تھے۔ کچھ لوگوں نے اس طرح کی تاویلات پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ رومی ہمہ اوست کو نہیں مانتے تھے۔ قاضی سجاد حسین نے مثنوی مولانا روم کے دیباچے میں رومی کے وجودی ہونے کا دفاع کرتے ہوئے تاویل پیش کی ہے کہ

"شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ پہلے وحدت الوجود کے معنیٰ سمجھ لو پھر حقیقتِ حال سمجھنا۔۔۔۔۔ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفس الامر میں وجود اور منور ہوتے ہیں۔ تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے"(۵)

علامہ اقبال کے ایک معروف ممدوح حضرت مجدد الف ثانی وحدت الشہود کے اولین شارح سمجھے جاتے ہیں۔ قاضی سجاد حسین کے بقول اُن سے پہلے تمام "ہندوستانی صوفیا میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفۂ وحدت الوجود"۔ (۶)

حضرت مجدد الف ثانی بھی اقبال کے ممدوح ہیں اور مولانا روم بھی۔ لیکن رومی سے اقبال کا تعلق پیر و مرید کا ہے۔ اس لئے یہ نکتہ اہم ہے کہ ہمہ اوست کے موضوع پر ہر دو شخصیات کے خیالات کیا ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے اقبال حضرت مجدد کے عقید تمند ہیں جو کہ وحدت الشہود کے قائل تھے اور انہوں نے ہمہ اوست کے نظریہ کے مضر اثرات سے مسلمانوں کو خبر دار کیا۔ ان کے بارے میں اقبال نے لکھا ہے کہ:

"وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار" (۷)

دوسری طرف مولانا روم وجودی ہیں یعنی ہمہ اوست کے قائل۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ملک حسن اختر کا نظریہ واضح ہے کہ مولانا وحدت الوجود کو مانتے ہیں۔ ملک حسن اختر لکھتے ہیں کہ

"مولانا وحدت الوجود کے نظریے کے تحت چاہتے ہیں کہ قطرہ سمندر میں مل کر سمندر بن جائے" (۸)

اس سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ملک حسن اختر کے مطابق مولانا روم وحدت الوجود کے ماننے والے ہیں۔ ان کے اس مئوقف کی تائید دیگر زعمانے بھی کی ہے۔ چناچہ قاضی سجاد حسین نے مثنوی کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ

"مولانا بحر العلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ صوفیا کے نزدیک "وجود سے مراد مصدری معنٰی نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں"۔ (۹) گویا معدوم ہیں۔

لیکن اقبال کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اشیا کو معدوم سمجھتے ہیں۔ ملک حسن اختر اس بات کے قائل ہیں کہ علامہ اقبال سمندر اور قطرہ والی مثال کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ سمندر اور موتی کی تشبیہ کو بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر حسن اختر کے الفاظ میں

"موتی اگرچہ سمندر سے پیدا ہوتا ہے مگر سمندر سے الگ اپنا وجود برقرار رکھتا ہے"۔ (۱۰)

پیر و مرید میں یہ فکری اور نظریاتی بُعد بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت اور تقاضائے حالات بھی نظریات کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اور ضروری نہیں کہ ان نظریات میں معروضی حقیقت بھی

ہو۔ڈاکٹر حسن اختر نے دونوں کے اس اختلافی زاویہ نظر کی تاویل پیش کی ہے کہ اس کا سبب دونوں کے زمانے مختلف سیاسی حالات تھے۔ [۱۱] یہاں معروضیت کی بجائے تقاضائے حالات کو دونوں کے نظریاتی اختلاف کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

وحدت الوجود کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ جس کا ذکر ڈاکٹر ملک حسن اختر نے اپنی کتاب میں کیا ہے وہ جبر و قدر کے موضوع پر پیرومرید کے خیالات میں اختلاف ہے۔جبر و قدر کی بحث اسلامی تصوف اور ادبیات میں بہت پرانی ہے۔ نظریہء جبر کے ماننے والوں کے نقطۂ نظر سے انسان مجبور محض ہے اور اپنے اعمال میں آزاد نہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی رضا سے ہوتا ہے۔ میر تقی میر کا معروف شعر ہے:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

اس نقطۂ نظر میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر سزا و جزا کا حق دار کیسے ٹھہرا۔ دوسری طرف نظریہء قدر کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ انسان مجبورِ محض نہیں بلکہ اپنے اعمال و افعال میں مختار ہے۔ اگرچہ یہ مختاری محدود ہے۔ اقبال بھی قدری ہیں۔ تقدیر کے موضوع پر ان کے اشعار ان کے نظریہ کے عکاس ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا
شِکوہ کرنا ہے تو اپنا کر مقدر کا نہ کر
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند [۱۲]

اس مسئلہ میں دونوں زعما کافی حد تک متفق ہیں۔ ڈاکٹر حسن اختر نے اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا روم وجودی ہونے کے باوجود اپنے اعمال پر انسان کے اختیار کے قائل تھے۔ علامہ اقبال نے بال جبریل کی اپنی معروف نظم پیرومرید میں عالم خواب میں مولانا روم سے اپنے مکالمہ کو منظوم کیا ہے۔ اس میں دونوں کا نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے۔ حسن اختر کہتے ہیں کہ جب اقبال نے رُومی سے پوچھا کہ:

اے شریکِ مستیٔ خاصانِ بدر
میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر

تو اس کے جواب میں مولانا نے جواب دیا" انسان کو اختیار دیا گیا ہے اور وہ کہیں بھی مجبور نہیں ہے"۔ [۱۳]

حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پرستی کے عام مفہوم اور روایتی نقطہ ء نظر نے مسلمانوں کو من حیث القوم بہت نقصان پہنچایا۔ طرح طرح کی تاویلات نے جنم لیا بعض اسلامی عقائد کی تشریح اس طرح کی گئی کہ ابہام کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مثلاً ایک طرف تو انسان مکمل طور پر خدائے تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہے اور وہ جسے جو چاہتا ہے وہ دیتا ہے تو دوسری طرف اعمال کے حساب اور جزا و سزا کا نظام بھی موجود ہے۔ اسلامی فکر میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہوتی رہی ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں معتزلہ سمجھتے تھے کہ انسان کے سامنے بے شمار راستے کھلے ہوتے ہیں اور وہ اپنی مرضی کا راستہ چننے میں آزاد ہے۔ معتزلہ کا کہنا تھا کہ نظریہ ء جبر کو مان لیا جائے تو "ذمہ داری، باز پرس، جزا و سزا وغیرہ کے تمام نظریات بے معنی ہو جائیں گے"۔ [۱۴]

یہ ایک پریشان کن اور بظاہر لاینحل فکری مسئلہ تھا۔ اس سے مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا ہوا جو کسی حد تک آج بھی موجود ہے۔ اس مسئلہ پر مفکرین کے ایک گروہ اشاعرہ نے درمیانی روش اختیار کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ انسان کسی چیز کو تخلیق تو نہیں کر سکتا لیکن اعمال کا اکتساب کر سکتا ہے۔ گویا آدھا مجبور اور آدھا مختار ہے۔ اس طرح اشاعرہ نے تخلیق اور اکتساب کے درمیان امتیاز ظاہر کر کے انسانی اختیار کی حدود کا تعین کیا"۔ [۱۵]

مولانا روم کیونکہ نظریہ ء قدر کے حامی ہیں جیسا کہ علامہ اقبال تھے، اس لئے وہ منشائے الٰہی کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ جبر کی بجائے قدر کو فروغ دیتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں کام فلاں وزیر ہی کر سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے عمل ہو کر بیٹھ جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وزیر کو خوش کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کریں۔ [۱۶] اس بحث سے ملک حسن اختر یہ ثابت کرتے ہیں کہ علامہ اقبال اور مولانا روم دونوں نظریہ ء جبر کی بجائے نظریہ ء قدر کے قائل ہیں اور علامہ اقبال کے مولانا روم کو مرشد بنا لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تقدیر کے مسئلہ میں ان کے ہم خیال ہیں۔

دونوں اکابرین کا ایک اور اہم مشترک موضوع عشق ہے۔ دونوں ہی عشق کو انسان کی معراج قرار دیتے ہیں۔ لیکن تفصیلی تجزیے میں دونوں کے تصور عشق میں کچھ اختلافات بھی نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر ملک حسن اختر کے رائے میں دونوں کے تصورِ عشق میں فرق کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے سیاسی حالات مختلف تھے۔ راقم جزوی طور پر ہی اس بات سے متفق ہے۔ دراصل ان ہر دو اکابرین کا اپنا اپنا ایک مبسوط اور مکمل فکری نظام ہے۔ ان میں کچھ مماثلتیں ہیں تو کچھ اختلافات بھی ہیں۔ جب کہ مولانا کے نزدیک دنیاوی علائق سے قطع تعلقی ہی عشق کی معراج تھی، علامہ اس

کو نفئ خودی سمجھتے تھے اور اس سبق کو اپنی محکوم اور غلام قوم کے حق میں ضرر رساں سمجھتے تھے۔ انہوں نے خلیفہ عبدالحکیم کا اس موضوع پر حوالہ دیا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم کا کہنا ہے کہ

"عشق مثنوی کا اہم ترین موضوع ہے۔ جو اس کے ہر دیگر مضمون پر چھایا ہوا ہے۔ مولانا ہزار طرح سے اس کی تفسیر کرتے ہیں اور وجد و مستی میں نغمہ ریز ہوتے ہیں"۔ (۱۷)

یہاں اقبال اور رومی کے تصورِ عشق میں ایک اختلاف پایا جاتا ہے۔ اقبال انسانی عشق کو عشق کی ایک گھٹیا صورت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

دوسری طرف مولانا روم عشق مجازی سے حقیقی تک کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ابتدا پیشِ بُتاں افتادگی

انتہا از دلبراں آزادگی

یعنی عشق کی ابتدا انسانوں سے عشق سے ہو گی ہے اور انتہا یہ ہے کہ عاشق ان انسانی معشوقوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ذاتِ حق سے عشق کرنے لگتا ہے۔ اس سلسلہ میں معروف پنجابی شاعر میاں محمد بخش کا یہ مصرع مشہور ہے کہ:

عشق مجازی حق دا زینہ کہیا عارف لوکاں

لیکن علامہ اقبال اور رومی معروف معنوں میں عشقِ مجازی کے قائل نہیں۔ ڈاکٹر حسن اختر کہتے ہیں کہ علامہ اقبال اور مولانا روم ایسے عشق کے قائل ہیں جو

"انسانیت کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ جو کمزور اور لاغر بنانے کی بجائے ہمت اور قوت عطا کرتا ہے"۔ (۱۸)

مولانا روم کے الفاظ ہیں:

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد

کوہ در رقص آمد و چالاک شد (۱۹)

درج بالا مضمون سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر ملک حسن اختر کی نظر میں علامہ اقبال اور مولانا روم میں فکری مماثلت کے ساتھ ساتھ اختلافات بھی ہیں۔ مماثلتوں میں دونوں کا نظریہء جبر کی بجائے نظریہء قدر کا قائل

ہونا، جمود کی بجائے حرکت و عمل کا قائل ہونا، دونوں کا سرچشمہ ء فکر کلامِ الٰہی ہونا، اقوامِ عالم کے عروج و زوال کا موضوع، عشق کو عظیم انسانی صفت اور قوتِ محرکہ گردانا شامل ہیں۔ جب کہ اختلافی امور یہ ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے حق میں ہیں اور اس نظریہ کے بارے میں علامہ کی نسبت نرم رویہ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا خودی کو مٹا کر ذاتِ حق سے واصل ہونا چاہتے ہیں۔ انہوں نے انسانی وجود کو نہر اور خدا کو دیوار سے تشبیہہ دی ہے اور کہا ہے کہ دیوار کو گرائے بغیر نہر تک پہنچنا ناممکن ہے۔ جب کہ علامہ تعمیرِ خودی پر زور دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حسن اختر ان اختلافی نکات کی وجہ دونوں شخصیات میں پائے زمانی بُعد اور معروضی حالات کے فرق کو قرار دیتے ہیں۔ رومی ایک آزاد مسلمان سلطنت کے باشندے تھے جب کہ اقبال غلام ہندوستان کے۔ حسن اختر کا مضمون فکر انگیز اور بصیرت افروز ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، مشمولہ: اقبال اور مسلم مفکرین، ڈاکٹر ملک حسن اختر، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۹۲، ص: ۱۳۲

۲۔ ایضاً، ص: ۱۴۷

۳۔ رومی، جلال الدین، مثنوئ مولوئ معنوی، مترجمہ: مولانا قاضی سجاد حسین، لاہور، حامد اینڈ کمپنی، ۱۹۷۴، ص: ۱۷

۴۔ ایضاً، ص: ۱۷

۵۔ ایضاً، ص: ۱۳

۶۔ ایضاً، ص: ۱۴

۷۔ محمد اقبال، علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اشاعتِ دوم، ۲۰۱۵، ص: ۴۸۹

۸۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، مشمولہ: اقبال اور مسلم مفکرین، ص: ۱۶۰

۹۔ رومی، جلال الدین، مثنوئ مولوئ معنوی، مترجمہ: مولانا قاضی سجاد حسین، دیباچہ، ص: ۱۲

۱۰۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، مشمولہ: اقبال اور مسلم مفکرین، ص: ۱۶۱

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۶۱

۱۲۔ محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال، ص:۵۷۷
۱۳۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، مشمولہ: اقبال اور مسلم مفکرین، ص:۱۷۱
۱۴۔ عبدالخالق، ڈاکٹر، مسلم فلسفہ، لاہور، عزیز بک ڈپو، ۱۹۹۵، ص:۷۸
۱۵۔ ایضاً، ص:۷۸
۱۶۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، ص:۱۷۲
۱۷۔ عبدالحکیم، خلیفہ، حکمتِ رومی، لاہور، ادارہء ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۵۵، ص:۲۳
۱۸۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، مضمون: اقبال اور رومی، ص:۱۶۳
۱۹۔ ایضاً، ص:۱۶۳

References in Roman Script:

1. Malik, Hassan Akhatar, Dr,Mazmoon"Iqbal awr Rumi, Mashmoola Iqbal awr Muslim mufakkreen, Majommoa e Mazameen, , Feroz Sons, Lahore, 1992,P.132
2. Ibid, P.147
3. Rumi, Jalal ud Din, Masnavi Molvi Manvi, Mutarjuma: Molana Qazi Sajjad Hussain, Lahore, Hamid and Company, 1974, P.17
4. Ibid, P.17
5. Ibid, P.13
6. Ibid, P.14
7. Muhammad Iqbal, Allama, Bal e Jibril, Mashmoola: Kuliyat e Iqbal, Islamabad, National Book Foundation, Ishat e Dom, 2015, P. 489
8. Malk Hassan Akhtar, Dr, Mazmoon: Iqbal aur Rumi, Mashmoola: Iqbal or Muslim Mufakreen, P. 160
9. Rumi, Jalal udin, Masnavi Molvi Manvi, Mutarjama: Molana Qazi Sajjad Hussain, Dibacha, P.12
10. Malik Hassan Akhtar, Dr, Mazmoon: Iqbal or Rumi, Mashmoola: Iqbal or Muslim Mufakreen, P.161
11. Ibid, P.161

12. Muhammad Iqbal, Allama, Zarbe Kaleem, Mashmoola: Kuliyat e Iqbal, P. 577
13. Malik Hassan Akhtar, Dr, Mazmoon: Iqbal or Rumi, Mashmoola: Iqbal or Muslim Mufakreen, P.171
14. Abdul Khaliq, Dr, Muslim Falsafa, Lahore, Aziz Book Dipu, 1995, P. 78
15. Ibid, P.78
16. Malik Hassan Akhtar, Dr, Mazmoon: Iqbal or Rumi, P.172
17. Abdul Hakeem, Khalifa, Hikmat e Rumi, Lahore, Idara Siqafat e Islamia, 1955, P. 23
18. Malik Hassan Akhtar, Dr, Mazmoon: Iqbal or Rumi, P. 163
19. Ibid, P.163